JETIR.ORG ISSN: 2349-5162 | ESTD Year : 2014 | Monthly Issue
JOURNAL OF EMERGING TECHNOLOGIES AND INNOVATIVE RESEARCH (JETIR)
An International Scholarly Open Access, Peer-reviewed, Refereed Journal

بیسویں صدی میں اردو شعر وادب :۔

ڈاکٹر شوبھا سکسینہ
انوبس۔پی۔جی۔ کالج۔ میرگنج، بریلی

پہلی جنگ آزادی کے بعد انیسویں صدی کے آخر تک ملک کی سیاسی و سماجی تحریکوں کے بالواسطہ اثرات اردو ادب میں بھی رونما ہونے لگے ۔جدید اردو شاعری کی کونپلیں اس وقت پھوٹنا شروع ہو ئیں جب دلّی کالج کا شیرازہ بھرگیا ،اسے لاہور منتقل کردیا گیا ۔ڈاکٹر لائٹنر اس کے پرنسپل بنائے گئے ۔انہوں نے خاص طور پر تعلیم اور معاشرتی اصلاح کی جانب زیادہ توجہ دی۔21جنوری1865ء کو شکشا سدن کے مکان میں ''انجمن اشاعت مفید ہ پنجاب '' کی باقاعدہ طور پر بنیاد ڈالی ۔اس انجمن کو ''انجمن پنجاب ''کے نام سے بھی جانا جاتا ہے ۔

انجمن کا مقصد ادب کو ترقی دینا اور ادب برائے ادب کی جگہ ادب برائے زندگی کا نظریہ عام کرنا تھا ۔اس انجمن کی بدولت غزل کی مقبولیت عام ہونے لگی کیونکہ غزل اپنی پرانی روایت سے نکل کر نئے مسائل پر کہی جانے لگی تھی ۔غزل کے ساتھ جدید نظم میں بھی سماجی مسائل کو شامل کیا جانے لگا ۔اس کی ترقی ،ترویج و اشاعت پر بھی زور دیا جانے لگا ۔اس مشن میں ڈاکٹر لائٹنر کے ہم نو ا پنڈت من بھول ،مولوی سید احمد دہلوی ،پیارے لال آشوبؔ ،درگا پرشاد نادرؔ ،الطاف حسین حالیؔ اور محمد حسین آزادؔ کے نام شامل ہیں ۔

آزاد نے اس انجمن کی ترجمانی کے لئے ایک سہ ماہی رسالہ ''انجمن اشاعت مفیدہ ''جاری کیا اور 1867ء میں انجمن کے فروغ و اہتمام کی خاطر مناظمہ یعنی موضوعی مشاعرہ کی ابتدا ء کی اور اپنے لکچروں و شاعری سے لوگوں کو متوجہ کرنے کی کوشش کی ۔اس ضمن میں آزادؔ کا یہ بیان بڑا ہی معنی خیز ہے:

"ہمیں چاہئے کہ اپنی ضرورت کے بموجب استعارہ ،تشبیہ اور اضافتوں کے اختصار فارسی سے لیں ۔سادگیاظہار و اسالیب کو بھا شا سے سیکھیں لیکن پھر بھی قناعت جائز نہیں کیونکہ اب رنگ زمانہ کا کچھ اور ہے ۔ذرا آنکھیں کھولیں گے تو دیکھیں گے فصاحت و بلاغت کا عجائب خانہ کھلا ہے ۔'' ۱ہ

اس زمانہ میں غزل کی اہمیت زیادہ تھی لیکن غزل نئے موضوعات سے دور اپنے پرانے رنگ و روایتی دور میں قید تھی ۔آزادؔ نے شاعری میں نئے مسائل و موضوعات داخل کرنے کی پہل کی ۔جس کا آغاز انہوں نے ایک جلسے کے اختتام پر اپنی نظم ''مثنوی شب قدر ''سنا کر کیا ۔اس نظم کو سنانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر شاعر کچھ سلیقہ رکھتا ہے تو وہ ہر طرح کے مضامین اپنی شاعری میں شامل کر سکتا ہے ۔کرنل ہالرائڈ نے مذکورہ نظم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

''اس وقت مولوی محمد حسین صاحب نے جو مضمون پڑھا اور رات کی حالت پر اشعار سنائے وہ بہت تعریف کے قابل ہیں ۔یہ نظم ایک عمدہ نمونہ اس طرز کا ہے جسکا رواج مطلوب ہے ''۔ ۲ہ

انجمن پنجاب نے نئی شاعری سے متعلق گیارہ موضوعی مشاعر ے منعقد کرائے ۔شعر اء میں حالیؔ اور آزادؔ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں ۔اگرچہ مارچ 1875ء میں موضوعی مشاعرے بند کر دئے گئے لیکن نئے انداز کی نظم نگاری کا سلسلہ فروغ پاتا رہا ۔عبدالحلیم شررؔ نے اپنے رسالہ ''دلگداز اور شیخ عبدالقادر نے ''مخزن '' کے ذریعہ اردو نظم میں نئے تجربات کئے ،حالیؔ کا ادبی مزاج بدلنے میں بھی اس تحریک نے اہم کردار ادا کیا ۔

اس انجمن نے اردو شاعری کے علاوہ نثر کو بھی فروغ دیا ۔تحقیقی وتنقیدی ادب میں وسعت پیدا کی ۔یو ں ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن پنجاب کی تحریک دراصل ترقی پسند نظر یات کی حامل تھی ۔ادب پر اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوئے ۔اس تحریک کی ابتدا ء میں محمد حسین آزادؔ نے کہا:

''اب وہ زمانہ نہیں کہ ہم اپنے لڑکوں کو کہانی طوطا مینا کی زبانی سنائیں ---اب کچھ اور وقت ہے اس واسطے ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیئے ۔جو علوم وفنون کے علاوہ ایسی تصنیفیں بھی چاہئیں جو صاف و شفاف تقریر پر رسوم و اخلاق کی ہماری بزم کلام میں سجائیں ۔ان میں جو ہمارے داغ دھبے ہیں سب نظر آئیں -----قریب ہے کہ شائستہ زبانوں کی طرح ہماری زبان بھی جاں بخشی کی تاثیر پیدا کرے ---اورکتابوں میں کیا ہے جو ہماری زبان میں نہیں ۔'' ۳ـہ

سرسید نے تر اجم کے ذریعہ علمی خزانوں کو عام لوگوں کے گھر وں تک پہنچایا ۔علی گڈھ تحریک سے نہ صرف اردو زبان کو وسعت حاصل ہوئی بلکہ اردو ادب کے اسالیب بیان اور روح معنی میں انقلاب بھی پیدا ہوا ۔شبلیؔ نے سوانح اور اسلامی علوم پر جو کتابیں و مضامین لکھے وہ بالکل نئے اور وقت کے تقاضوں کے مطابق تھے ۔مولوی نذیر احمد نے عورتوں کی بیداری و ان کی معاشرتی حالت بہتر بنانے کے لئے اصلاحی و مسائلی ناول لکھے ۔

حالیؔ نے جدید شاعری کے علاوہ تنقید و سوانح میں جو کام کیا وہ ادب میں ایک قیمتی سرمایہ ہے ۔انہوں نے مقدمہ شعروشاعری کے ذریعہ تنقید کی رومیں اضافہ کیا ۔نواب محسن الملک نے مکالمہ نگاری کی ابتداء کی ۔سرسید نے انگریزی طرز پر مضمون لکھے ۔اس کے علاوہ زندگی اور اس کے تقاضوں کو قریب لانیکی کوشش کی ۔نثر کو بوجھل پن سے پاک کیا ۔رنگین عبارت کی جگہ سادگی پیدا کی ۔مخقریہ کہ سرسید اور ان کے رفقاء نے اردوزبان کو اس قابل بنادیا کہ ہر قسم کے علمی ،ادبی ،فلسفیانہ ،تاریکی و سماجی مضامین آسانی سے بیان کئے جا سکیں ۔

ان تحریکوں اور انجمنوں کے ذریعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیسویں صدی میں اردو شاعری کا دامن بہت وسیع ہو گیا تھا ۔غزل ،رباعی ،قطعہ اور نظم وغیرہ نے اردو شاعری کو مالا مال کردیا تھا ۔قصیدہ ،مثنوی اور مرثیہ کی طرف البتہ کم توجہ دی گئی ۔اس صدی میں غزل و نظم میں زبردست تبدیلیاں آئیں ۔غزل ،جدید غزل اور نئی غزل ،نظم ،جدید نظم ،نظم معریٰ ،نظم آزاد کی شکلیں بھی ابھر کر سامنے آئیں ۔اردو گیت کو بھی فروغ ہوا ۔پیروڈی اور انگریزی و جاپان کی بعض اصناف سخن جیسے سانیٹ اور ہائیکو بھی اردو شاعری میں داخل ہوئیں ۔

اردو غزل اور نظم کے ساتھ ادب کو بھی فروغ حاصل ہوا ۔بیسویں صدی کے آغاز سے ہی اردو ادب میں نمایا ں انقلاب پیدا ہونے لگا تھا ۔نظیرؔ اکبر آبادی کی جس عوامی شاعر کو لائق اعتنا نہ سمجھا گیا اب اسی شاعری کی قدر ہونے لگی ۔آزادؔ و حالیؔ کے بعد اسمٰعیل میر ٹھی ،اکبرؔ الہ آبادی ،چکبستؔ ،اقبالؔ اور ظفر علی خاں وغیرہ نے نظم کو بلند مقام و مرتبہ بخشا ۔اس کے علاوہ ڈاکٹر اقبال سے نظم نگاری کو بہت عروج ملا ۔بیسویں صدی میں مغربی میلانات کے ساتھ ساتھ فلسفہ اور سائنس کا بھی گہرا اثر اردو نظم میں پایا جاتا ہے ۔ساتھ ہی موضوعاتِ شاعری کا دائرہ بھی اس صدی میں وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا ۔

سیماب ؔاکبر آبادی ،جوشؔ ملیح آبادی ،تلوک چند محرومؔ ،حفیظؔ جالندھری ،جمیلؔ مظہری ،احسانؔ دانش ،اثرؔ لکھنوی ،اخترؔ شیرانی اور اختر انصاری وغیرہ نے اردو نظم کو بڑی ترقی دی ۔یہاں کچھ شاعری اور نظموں کا مطالعہ پیش ہے:

سیمابؔ کی نظموں میں سیاسی رنگ اور وطنیت کا جذبہ ملتا ہے ۔کلا م میں متانت و سنجیدگی ہے ۔ان کی شاعری میں فلسفہ ،حقائق اور محاکات نے زور و جوش پیدا کیا ۔چند اشعار پیش ہیں:

محبت میں اک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر ستاروں کی چمک سے چوٹ لگتی ہے رگِ جاں پر

رات آئی پردۂ تاریک پھیلاتی ہوئی جلوہ شام و شفق کے ساتھ اتراتی ہوئی

احسانؔ دانش شاعرِ مزدور کی حیثیت سے مشہور ہیں ۔غریبی اور ناداری کے تجربے نے انہیں اس غریب مزدور طبقہ کی ترجمانی پر آمادہ کیا ۔بعض اشعار یہاں نمونے کے طور پر درج ہیں:

کہیں جھلسی ہوئی شاخیں ،کہیں بکسی ہوئی کلیاں تباہی ہے ،اسے حسنِ بہاراں کون کہتا ہے

وامقؔ جو نپوری کا نام ایسے ترقی پسند شاعروں میں لیا جاتا ہے جنہوں نے ترقی پسندوں کو ایمان بالغیب کیطرح قبول کیا ۔وامقؔ نے جہاں ہنگامی موضوعات جیسے ''بھوکا بنگال '' ،''اپنی تصویر سے''وغیرہ لکھیں وہاں ''عید''،''نیلا پرچم ''بھی پیش کس ۔یوسف ظفرؔ بنیادی طور پر نظم کے شاعرہیں ۔مثال ملاحظہ ہو ۔

اب مرا عزم ہے فولاد کی مضبوط چٹان اب یہاں کانچ کی تلوار یں نہیں رہ سکتیں
اب میں خود آگ ہوں ہر شے کو جلا سکتا ہوں مجھ سے اب ہاتھ اٹھا لو کہ میں جا سکتا ہوں
(زنداں)

یوسف ظفرؔ نے مختلف علامات واشارات کے ذریعہ اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کی بھر پور کوشش کی ۔وہ اس میں کافی حد تک کا میاب بھی رہے ۔یوسف ظفرؔ کی طرح ضیاءؔ جالندھری نے بھی شاعری کی تمام ہئیتوں کو اپنے اظہار کا بنایا ۔وہ اردو کی وراثت سے بخوبی واقف تھے ۔ان کے یہاں تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کے ساتھ جدید علامات بھی نظر آتے ہیں ۔

ضیاءؔ جالندھری زندگی کی لطافت کو نا پائیداری اور غم کو جاوداں سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا تصور حیات قنوطی ہے ۔ان کی شاعری میں غم کی تاریکی کے ساتھ دردناک روشنی بھی پھوٹتی نظر آتی ہے ۔نظم ''آنسو'' اس کا ایک بہترین نمونہ ہے:

سُنو سُنو آنسوؤں کی آواز سارے عالم پہ چھارہی ہے مگر میں کب سے ترس رہا ہوں
کہ میری پتھرائی خشک آنکھوں سے بھی کچھ آنسو ابھر تی لہروں کی طرح ابھریں

ترقی پسند تحریک کا مختصر جائزہ :-

1936میں لکھنؤ میں انجمن ترقی پسند مضفین کا اجلاس ہوا اور یہ طے پایا گیا کہ ہندوستانی ادباء زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بے باکی سے اظہار کریں ،سائنس و عقلیت پسندی کو فروغ دیں اور اس قسم کے انداز تنقید کا رواج بھی عام کریں جس سے مذہبی ،خاندانی ،جنسی رنگ اور سماج کے بارے میں رجعت پسندی اور ماضی پرستی کے خیالات کی روک تھام کی جا سکے ۔منشی پریمؔ چند ،جوشؔ ملیح آبادی ،مجنونؔ گورکھپوری ،فراقؔ گورکھپوری ،فیض احمد فیضؔ ،مجازؔ لکھنوی ،کرشن چند ر ،جانثار اخترؔ،اخترؔ رائے پوری سجاد ظہیر ،علی سردار جعفری ،جذبیؔ ،سعادت حسن منٹو ،عصمت چغتائی ،راجندر سنگھ بیدی ،سلام مچھلی شہری ،اور مخدوم محی الدین وغیرہ شامل تھے۔عظیم الحق جنیدی اس بابت یوں رقم طراز ہیں:

''ترقی پسند شعراء اورمضفین نے سیاسی انقلاب کا مطلب یہ سمجھا کہ جاگیرداری سرمایہ داری ، معاشی واقتصاری، استحصال ،بھوک،افلاس ومذہبی اجارہ داری کے خلاف جنگ کی جائے ۔انہوں نے ایسی تراکیب کو اس کا حل بتایا اور اس کا پرچار کیا ''۔۴۔

اس تحریک کے دوسرے شدت پسند علمبردارعلی سردار جعفری ہیں ۔نظم ''نئی دنیا کو سلام '' ان کی صحیح نمائیدگی کرتی ہے ۔ترقی پسندوں کی بھیڑ میں ن۔مراشدؔ اور میرا جیؔ دوا یسے شاعر ہیں ۔جنہوں نے اردو شاعری کی عام مروجہ روایات سے انحراف کیا ۔اسرا ر الحق مجازؔ نے اس تحریک کے عروج میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل کی ۔علی سردار جعفری ترقی پسند تحریک میں ایک افسانہ نگارکی حیثیت سے داخل ہوئے لیکن جلد ہی شاعری کی طرف مائل ہوگئے ۔انکی نظموں میں انفرادیت کا رنگ جھلکتا ہے ۔سردار جعفری نے آئے دن کے واقعات پر فوری قسم کی شاعری کی روایت ڈالی ۔ان کی نظموں میں ''ٹوٹاہواستارہ '' ،''آخری خط ''،''سال نو'' خاص ہیں ۔نظم ''ٹوٹا ہوا ستارہ '' کے چند اشعار:

آرہا ہے اک ستارہ آسماں سے ٹوٹ کر دوڑتا اپنے جنوں کی راہ پر دیوانہ وار
اپنے دل کے شعلۂ سوزاں میں خود جلتا ہوا مختصر کرتا ہوا دامان ظلمت میں شرار

مجازؔ کی یہ نظم ''پرواز'' میں شائع ہوئی ۔اس مجموعہ کی بہت سی نظموں پر جوشؔ کا اثر پایا جاتا ہے ۔بعد میں ان کا لہجہ مخصوص ہو گیا اور اس لہجہ کی نظمیں ''سیلاب چین ''،''آنسوؤں کے چراغ '' ،''موت ''،''زنداں یہ زندان ''اور ''کوریا '' ترقی پسند حلقوں میں کافی مشہور ہوئیں ۔

اک طرف اونچے اونچے محل ہیں اک طرف جھونپڑے ہیں
اک طرف گوشت کے اور چربی کے بورے دھرے ہیں اک طرف سخت فولاد کے سخت اعصاب ہیں
اک طرف ظلم اور جبر کی قوتیں ہیں اک طرف عدل و انصاف کا زور ہے

اردو نظم کے فروغ میں ن۔مراشدؔ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے ۔راشدؔ ہندوستان کی سرزمین سے اٹھنے والی بغاوت کی ایک نمائندہ آواز تھے۔ جس کی گونج ملک کے گوشے گوشے میں سنی گئی ۔انہوں نے نظموں میں نئے نئے جہات کا پتہ لگایا ۔نمونہ اشعار:

جی میں آتا ہے لگا دوں ایک بے باکانہ جست

اس دریچے میں سے جو
جھانکتا ہے ساتویں منزل سے کوئے بام کو (خودکشی)

اردو نظم نگاری میں ن۔م۔راشدؔ کی طرح معین احسن جذبیؔ کا مقام بھی اہم ہے ۔آپ نے فرمائشی نظمیں لکھنی شروع کیں لیکن بہت جلد فرمائشی نظموں کو چھوڑ کر پھر اپنی ابتدائی نظموں کی طرح لطیف اور دل کو چھولینے والی نظمیں لکھنے لگے ۔چند شاعروں کے چندشاعروں کے اشعار:

اے کہ تم درد غلامی کی دوا بھول گئے کھا کے دلّی کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے (معین احسن جذبی)

رات بھر دیدۂ نمناک میں لہراتے رہے سانس کی طرح آپ آتے جاتے رہے (مخدوم محی الدین)

جانثار اختر ؔ کی شاعری کا آغاز غزلوں اور ہلکی پھلکی نظموں سے ہوا لیکن وہ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر بہت جلد سیاسی و سماجی حقائق کی طرف آگئے ۔نمونہ ٔ اشعار:

یہ زمیں ہل جائیگی ،یہ آسمان ہل جائیگا اک نیا پرچم ہوا کے دوش پر لہرا ئیگا (جانثار اختر)

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا (مجروع سلطانیوری)

مذکورہ ترقی پسند شعراء کے علاوہ ساحرؔ لدھیانوی ،اختر الایمان ،احمد ندیمؔ قاسمی ،سلام ؔمچھلی شہری اور شادؔ عارفی بھی اس تحریک میں شمار ہوتے ہیں ۔

نئی نظم : قدیم زمانہ میں شاعری غزل و نظم دو ر وپوں میں سامنے آئی ۔دونوں اصناف ایک دوسرے سے مختلف تھیں ۔اختصار ،ابہام اور رمزوایما کا غزل سے گہرا تعلق تھا اور نظم کا دائرہ محدود تھالیکن نئی نظم کسی عنوان کے تحت ایک ہی خیال کی وضاحت کی جاتی ہے ۔مولانا حالیؔ نے نظم کو نئی راہ دی ۔راشد ؔ،اخترؔالایمان اور فیضؔ جیسے شاعروں نے مولانا حالیؔ کے دکھائے راستے پر قدم بڑھائے ،نظم میں نئے نئے تجربے کئے ۔ بیسویں صدی کے آغاز سے اردو شاعری میں ایک نئی روح ،نئی بیداری پیدا ہوئی ،نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا ہوا ۔جدید مسائل بیان کرنے کے لئے اب نئے نئے الفاظ اور نئی نئی ترکیبوں کی ضرورت ہوئی اور انداز بیان میں پیچیدگی آئی ۔زمانہ ٔ حال میں نظموں کا رواج عام ہوگیا ۔قومی ،سیاسی ،سماجی ،ادبی ،مذہبی وتاریخی موضوعات پر نظمیں لکھی جانے لگیں ۔بقول سید اعجاز حسین:

''نئے رجحانات کا پیدا ہونا لازمی تھا اور ان کا قلمبند ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری تھا ، نتیجہ ہوا کہ فنکاروں نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ملک کی ضرورت کا اندازہ کیا اور حسبِ توفیق کے نسخے تیارکئے جن میں حکیمانہ شعور بھی تھا اور مستقبل کی توانائی کا سامان بھی '' ۵ـہ

آخر کار نئی نظم کی شکل پرانی نظم سے بالکل مختلف ہوگئی ۔پرانی نظم نثر کے قریب بھی اور نئی نظم غزل کے ۔چونکہ نئی نظم کا شاعر بے باک ہے ،وہ جنسی مسائل پر بھی اپنا قلم اٹھاتا ہے جس پر اسے عریانی اور فحاشی کا الزام لگایا جاتا ہے ۔نئی نظم میں ردیف وقافیہ سے غرض نہ رکھ کر صرف آہنگ سے مطلب رکھا جاتا ہے ۔آزادی کے بعد نئی نظم کے شاعروں کا ایک نیا گروہ سامنے آیا جس میں ابنِ انشاء ؔ،افتخار ؔجالب ،عمیقؔ حنفی ،بلراج کومل ؔ،شمس الرحمن فاروقی ،وحید اختر ؔ،زاہرہ ؔ زیدی ،فہمیدہ ؔ ریاض ،عادل ؔ منصوری ،پروین ؔ شاکر ،شہریار ،خلیلؔ الرحمن اعظمی ،ساجدہ ؔ زیدی ،مصطفیٰ زیدی ،سلیم الرحمن ،ساقی ؔ فاروقی ،انیس ؔناگی ،ضیاءؔ جالندھری اور شکیبؔ نیازی کے نام خاص ہیں ۔

ہائیکو: ہائیکو ایک گیت کی صنف ہے ۔اس گیت کی نشو ونما جاپان میں ہوئی ۔دراصل ہائیکو مچھیروں کا گیت ہے ۔یہ ایک بہت ہی پرانی صنف ہے بیسویں صدی میں اردو شاعری نے اس طر ف توجہ کی اور بہت سے شاعروں نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ۔ہائیکو گیت محض تین مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے ۔اول موضوع پھر دوسرے مصرع میں ایک خیال پیش کیا جاتا ہے اور آخر میں گیت کا نتیجہ بر آمد ہوتا ہے ۔نتیجہ بھی ایسا کہ جس کو سنکر انسان تعجب کے ساتھ غور وفکر کرنے پر مجبور ہو جائے ۔یہ بہت ہی مخصوص و مختصر صنف ہے ،اس کے باوجود اس کا ہر مصرع اپنی پوری بات کہہ دیتا ہے ۔مثال کے طور پر نمونے یہاں پیش ہیں:

پونچھے کون آنسو
ہیں بیحد مہنگے دامن
کیوں روتا ہے تو

*****

کیسے تجھے پائیں
تجھکو ڈھونڈنے نکلیں تو
سوچیں تھک جائیں
تو خوب پھلے پھولے

غزل جدید : اردو شاعری میں غزل سب سے پرانی صنف ہے ۔اردو شاعری کی مختلف اصناف میں جو مقبولیت غزل کو حاصل ہوئی وہ کسی اور صنف کو نصیب نہ ہوئی ۔اردو میں غزل کی بنیاد تو شمالی ہند میں پڑی لیکن اسکی نشوونما دکن میں ہوئی ۔یوں غزل کو حسن و عشق اور محبت کی داستان کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا دائرہ محدود تھا لیکن غدر کے بعد غزل کی اس تنگ حالی کو محسوس کیا گیا ۔بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی اس کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا اور چند سالوں میں غزل کا نیا روپ سامنے آیا ۔اس بابت یقوب یاور لکھتے ہیں:

''سیاسی و سماجی مسائل بھی غزلوں کا موضوع بننے لگے تھے ۔ترقی پسند شاعروں نے جس غزل کو سنوارا ،اس کی ابتدائی صورت گری کا نام ان کے پیش رو شعراء نے انجام دیا تھا ۔'' ۶ـہ

دور جدید کے شاعر وں نے اپنی غزل کی بنیاد ''دہلی اسکول''کے طرز پر رکھی اور جدید غزل میں مغربی ادب کے اثرات بھی داخل ہوئے ۔ادھر حالیؔ نے اصلاح سخن کی تحریک شروع کی ۔ان کا ماننا تھا کہ غزل کو محض حسن و عشق کی داستان تک محدود نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسمیں سیاسی ،سماجی ،اخلاقی اور تہذیبی مسائل پر بھی توجہ دی جانی چاہیئے ۔جدید غزل کی ترقی میں شادؔ عظیم آبادی اور عزیزؔ لکھنوی کا اہم رول ہے جدید غزل کی طرف خاص توجہ دی ۔انہوں نے کلام میں متانت و شائستگی ،خیال میں وسعت ورفعت اور اسلوب میں جدت کو دیگر خصائص پر مقدم رکھا ۔غزل جدید کے مشاہیر شعراء میں اصغرؔ ،فانیؔ،جگرؔ،حسرتؔ،حالیؔ،آزادؔ، اور فراقؔ کے نام قابل ذکر ہیں ۔بعض شعراء کے منتخب اشعار یہاں ذیل میں پیش ہیں:

شادؔ عظیم آبادی : مرغانِ چمن کو پھولو ں نے اے شادؔ کہلا بھیجا ہے آجاؤ جو تم کو آنا ہو ،ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

فانیؔ بدایونی: آنسو تھے سو خشک ہوئے ،جی ہے کہ امڈاآتا ہے دل پر گھٹا سی چھائی ہے ،کھلتی ہے نہ برستی ہے

نئی غزل: نئی غزل اور جدید غزل میں زیادہ فرق نہیں ہے محض لفظیات ہی کا فرق ہے ۔دونوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں ۔بیسویں صدی کی شاعری میں جو رجحانات شامل ہوئے اسے جدید غزل کا نام دیا گیا لیکن تقسیم ہند کے بعد غزل میں نئی تبدیلیاں اور نئے مسائل ایک نئے روپ ورنگ میں داخل ہوئے اسلئے اسکو''نئی غزل''کہا گیا ۔اس نئی غزل میں پہلی تبدیلی ماحول کی سخت گیری کے احساس کیساتھ پیدا ہوئی ۔چونکہ ہندوستان نے ایک طویل عرصہ غلامی میں گزار ا تھا اور اس دور کی خستہ حالی۔افلاس ،تشنہ وتکلیفیں اب بھی عوام و شعرا ء کے دلوں میں موجو د تھیں ۔

نئی غزل میں صرف ماحول کی سخت گیری کا احساس ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ ان سے نظریں چار کرکے ان مسائل کا سامنا کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا ۔شاعروں نے محسوس کیا کہ سماج کی راہ نجات میں تبدیلی لانے کے لئے نئے مسائل و نئے اجحانات کو اپنا ناہوگا ۔اب غزل کے پیٹرن اور لب ولہجہ میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ نئی نئی علامتیں دریافت ہوئیں ،پیکر تراشی اور مصوری کا بول بالا ہوا ۔اب غزل میں ہندی ،سنسکرت ،پنجابی ،اودھی ،پوربی ،سندھی وغیرہ زبانوں کے الفاظ بھی خوب استعمال ہونے لگے ۔

غزل میں اب نئی جمالیات اور نئی تراکیب برتی جانے لگیں ۔نظم کی طرح غزل بھی نئے تجربوں سے گزررہی تھی۔ نئے نئے شعراء کے دخل اوران کے تجربوں نے غزل کا دائعرہ اور بھی وسیع کردیا۔ان شاعروں میں ناصرؔ کا ظمی ،شہر یارؔ ،وزیرؔ آغا، احمد فرازؔ، کمار پاشی، ندآ فاضلی، وسیمؔ بریلوی ، زیبؔ غوری ،مظفرؔ حنفی ، ظفرؔ اقبال، احسنؔ علی خاں، کیفؔ بھوپالی،جانثار اخترؔ اورمعین احسن جذبیؔ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔مذکورہ شعراء میں سے چند کا اشعار ذیل میندرج ہیں:

ناصرکاظمی : رین اندھیری اور کنارہ دور چاند نکلے توپار اتر جائیں

وسیمؔ بریلوی: جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائیگا کسی چراغ کااپنا مکاں نہیں ہوتا

ظفرؔ اقبال میں ڈوبتا جزیرہ تھا موجوں کی مارپر چاروں طرف ہوا کاسمندر سیاہ تھا

احمدفرازؔ: تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا دونوں انسان ہینتو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

گیت : اردو ادب میں گیت لکھنے کا رواج اسی وقت سے ہوا جب شاعری کا آغاز ہوا۔ اردو ادب میں گیت یوں تو ہندی ادب کے اثر سے داخل ہوا لیکن رفتہ رفتہ یہ اردو ادب کی پہچان بن گیا۔ ہندوستان میں گیتوں کی روایت بہت پرانی ہے۔نظم کی طرح گیت کو بھی کسی خاص موضوع سے نہیں باندھا جاسکتا ۔گیت وہ صنف ہے جو موسیقی سے تعلق رکھتی ہے اسی لئے یہ پڑھنے سے زیادہ سننے کی چیز بن جاتی ہے۔اس صنف میں کسی شخص کے جذبات یا دلی کیفیات کی سادگی اور بڑی بے تکلفی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔صوفیوں نے گیت کی اس روایت کو نیاروپ دیا۔ انہوں نے خدا کو معشوق اور خود کو اسکی سدا سہاگن تسلیم کرلیا۔وقت گزرنے کے ساتھ اردو گیت اس محدود دائرے سے باہر نکلا چنانچہ معاشی ، سیاسی و معاشرتی مسائل نے بھی گیتوں میں جگہ پائیگیت گھروں میں عورتوں کے ذریعہ ، والادت، چھٹی، عقیقہ، رت جگاہ و شادی وغیرہ مختلف تقریبوں اور تہواروں پر بھی گائے جاتے ہیناور ایسے گیت لوک گیت کے زمرے میں داخل ہیں۔ اس متعلق یعقوب یاورؔ یوں رقمطراز ہیں:

''ادبی طور پر اردو گیتوں کو بیسوی صدی میں تسلیم کیا گیا ۔یہ وہ عہد تھا جب اردو کا ادبی ماحول رومانیت کی گرفت میں تھا۔ اس لئے گیتوں میں رومانیت کا ہونا فطری تھا۔'' ۷؎

بیسویں صدی میں اس صنف کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اردو میں سب سے قدیم اور مستند گیت وہ ہیں جو حضرت گنگوہی کی شادی کے موقع پر گائے گئے۔ میرا بائی کا نام بھی گیت کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے گیتوں میں جدائی کا غم جھیل رہی عورت کے جذبات موجود ہیں۔نمونہ:

متوارے بادل آئے رے ہری کو سپنو کبھو نہ لائے رے
دوار مور پپیہا بولے کوئل سبد سنائے رے
کاری اندھیاری بدری چمکے بڑھیں آئیں دریائے رے
کاری ناگ برہ اتی جاری میرا من ہری بھائے رے

دکن میں گیتوں کا کافی سرمایہ ملتا ہے۔قلی قطب ،شاہ اور عادل شاہ وغیرہ کے گیتوں میں خودسپردگی ،احساس کی شدّت ،درداورسوز ملتا ہے۔ اسی طرح شمال ہند میں افضلؔ کی بارہ ماسہ میں ہندوستانی فضا اور مزاج کی عکاسی نمایاں ہے۔ صوفیائے کرام کے ہاں گیتوں کے نمونے ملتے ہیں ۔حضرت شاہ نیازاحمد رحمتہ اللہ کے چند اشعار:

ہورہی کھیلن شام سے میں چلی برج نگریا ہاتھ مینعبیر گلال کو، سرپر ارنگ کی گگریا
جو پیا ہمرے چونر چھر کے میں بوروں واکی پگریا نیازؔ کچھو نہ جانت بوجھت کہو بتائے دوڈ گریا

مغلیہ سلطنت میں شاعری پر فارسی کا غلبہ زیادہ تھا ۔اک دور میں جو بھی گیت لکھے گئے انمیں فارسی کا عکس موجود ہے۔ واجد علی شاہ اخترؔ کے یہاں دیسی گیتوں کے نمونے ملتے ہیں۔ مثلاً:

سَیّاں کے کارن میں گِندوا ہوجائوں گِندوا ہوجائوں رے پھُلیتا ہوجائوں

اسی زمانہ میں ''ناٹک'' کو فروغ ہوا جسکی وجہ سے گیت کو ابھرنے کا موقع ملا۔امانتؔ کی''اندرسبھا'' کے گیتوں میں تڑپ و فراق کی تپش ہے۔ جیسے:

اُمنڈ گھمنڈ کے کاری بدریا موہے نہ ناہک ستاوے
کوئی پُروائی سے جائے کہو اور ملک برساوے جاے
بن پیا گھٹا نہینبھاوے

ڈرامہ نویسی میں آغا حشرؔ اس دور کے سب سے نمایاں ڈرامہ نویسی اور گیت کار ہیں۔ان کے گیت نہایت دلکش اور پر اثر ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

نین کو بھائے پیتم دل میں سمائے پیتم
تم بِن میرے سنوریا ، ہمری چلی عمریا جلدی کرو کھبریا برہا ستاوے پیتم

فلموں کی وجہ سے بھی گیت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ شکیلؔ بدایونی ، ساحرؔ لدھیانوی، مجروحؔ سلطانپوری، نخشبؔ اور پردیپ وغیرہ فلمی گیتوں کے لئے خاصے مشہور ہیں۔علاوہ ازیں بیکل اتساہی اور وسیمؔ بریلوی بھی موثر گیتوں کے لئے مشہور ہیں۔فلم '' بیجو باورا'' کا گیت بڑا مقبول ہے :

چھوڑ بابل کا گھر موہے پی کے نگر آج جا ناپڑا

''مدر انڈیا'' کا یہ گیت بھی بہت مشہور ہوا:

نگری ،نگری،دُوارے ،دُوارے، ڈھونڈھوں میں سانوریا

اردو میں گیت گوئی کا رواج بھی خاصا قدیم ہے۔ ایسی نظموں میں موضوعات کے محدود ہونے کے باوجود تشبیہات و استعارات کی ایک خوبصورت دنیا نظر آتی ہے:

نعتؔ گوئی : ''نعت'' وہ نظم ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہی جاتی ہے۔بیشتر محققین و ناقدین کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ گیسودراز اردو کے پہلے نعت گو شاعر ہیں ۔یوں تو قریب قریب سبھی نے رسماً یا تبرکاً'' نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ سوداؔ ،میرؔ، مومنؔ اور بعد کے شعراء نے بھی یہاں تک کہ غیرمسلم اردو شعراء نے بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ نعت کو صحیح معنی میں محسنؔ کاکوروی اور امیرؔ مینائی نے ادبی و فنی مقام عطا کیا۔مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے علاوہ دوسرے علماء اور صوفیا ء نے بھی نعت کو ادبی، فنی و شرعی اعتبار سے بلند کیا۔اس بابت یعقوب یاور یوں رقمطراز ہیں:

''اردو میں نعت گوئی کا رواج بھی خاصا قدیم ہے ۔ایسی نظموں میں موضوعات کے محدود ہونے کے باوجود تشبیہات و استعارات کی ایک خوبصورت دنیا نظرآتی ہے۔'' ۸؎

فن نعت گوئی میں حفیظؔ جالندھری کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ان کے ''شاہنامہ اسلام'' میں نعت پاک کے بہت خوبصورت وہ پُر اثر نمونے موجود ہیں۔انہوں نے اپنی نعتوں میں داخلی جذبات کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات و فضائل کو بہت ہی نادر انداز میں بیان کیا ہے۔چند اشعار:

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہواگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پدر، مادر، برادر، جان و دل ،اولاد سے پیارا
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل ہیں۔'' یہ پیارا نام اور اس کے الفاظ ، ان لفظوں کے زیر وبم اور شاعری کی داخلی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اکبرؔ میرٹھی نے بھی بہت سی نعتیں لکھیں ہیں۔ ان کے کئی مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ جنمیں '' باغِ کلام اکبرؔ'' ، ''نہال روضۂ اکبرؔ''اور '' میلاد اکبرؔ'' بہت مشہور ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کے چند اشعار پیش ہیں:

جنّت ملے کہ دوزخ کچھ ہم کو نہینمولا راضی تری رضا میں، خوش ہوں تری خوشی میں
براق آپ کا اک آن میں شب معراج کیا دعا کی روش آگیا کما ن کی طرح

اکبرؔ کے علاوہ زائر حرم حمیدؔ صدیقی کا نام بھی نعتیہ شاعری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے کلام کی خصوصیات یہ ہیں کہ بحریں عموماً رواں و شگفتہ، زبان سادہ وصاف، مضامین غلو و غراق سے پاک اور کلام بہت ہی جاندار اوروجد آفریں ہے:

خدا کا حریم جلا ل آرہا ہے نگاہوں میں حسن و جمال آرہا ہے
پیش نظر ہے کون سی محفل نہ پوچھئے اظہار لطف دیدہے مشکل نہ پوچھئے
دل جانب مدینہ ہے رخ جانب حرم کچھ انتہائے کشمکش دل نہ پوچھئے
کس کی تجلیاں ہیں تصور مینجلوہ گر آئینہ بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھئے
معراج شوق ہو گر حاصل مجھے حمیدؔ اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھئے

مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نامور عالم دین اور عظیم فقیہ و متقی ہونے کے باوصف ایک بلند پایہ نعت گو شاعر بھی تھے۔یوں تو ان کی لکھی ہوئی سبھی نعتیں بہت مقبول اور ادبی وفنی محاسن کا آئینہ دار ہیں لیکن خاص طور پر ان کے مشہور زمانہ سلام جسکا مطلع ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

۱؎ مقالات آزاد ،مرتبہ آغامحمد باقر ،مجلس ترقی ادب لاہور ،ضرورت 1966 ص 50
۲؎ منشورات ،برج موہن دتاتر یہ کیفیؔ ،مرتبہ گوپی چند نارنگ ص 225
۳؎ نیرنگ خیال ،محمد حسین آزادؔ ،مکتبہ جامعہ دہلی 1978ء ص 15
۴؎ عظیم الحق جیندی ،اردو ادب کی تاریخ مطبوعہ ایجو کیشنل بک ہاؤس علی گڑھ 1978ء ص 159
۵؎ اردو ادب آزادی کے بعد :سید اعجاز حسن ص الف ایجوکیشنل بک ہاوس ،علی گڑھ2002
۶؎ یقوب یاور ''ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری ،ایجو کیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ص 266 2002
۷؎ ترقی پسند تحریک اوراردو شاعری '' یعقوب یاورؔ، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ2002ص329
۸؎ یعقوب یاور، ترقی پسند تحریک اور اردو شاعری ص331، ایجوکیشنل بک ہاوس ،علی گڑھ2002